سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۹۲
صحبتِ شیخ کی اہمیت
شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا
شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم
کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲، کراچی ۴۷ پوسٹ کوڈ ۷۵۳۰۰، فون: ۴۹۹۲۱۷۶

بہ فیضِ صحبتِ ابرارؔ یہ دردِ محبت ہے | محبت تیرا صدقہ ہے ثمر تیرے نازوں کے
بہ اُمیدِ نصیحت دوستوں کی اشاعت ہے | جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: صحبتِ شیخ کی اہمیت

نامِ واعِظ: عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دام ظلالھم علینا الی مأة و ثلاثین سنة

تاریخ وعظ: ۲/شعبان المعظم ۱۴۰۹؁ھ مطابق ۱۱/مارچ ۱۹۸۹؁ء، بروز ہفتہ

وقت: بعد نمازِ فجر

مقام: بیت المعارف، الٰہ آباد (یوپی-انڈیا)

موضوع: شیخ کی صحبت میں رہنے کی مدت و اہمیت

مرتب: سید عشرت جمیل میرؔ صاحب خادمِ خاص حضرت والا مدظلہم العالی

کمپوزِنگ: مفتی محمد عاصم صاحب، مقیم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، کراچی

اشاعتِ اوّل: ربیع الاوّل ۱۴۳۲؁ھ مطابق فروری ۲۰۱۱؁ء

تعداد: ۲۲۰۰

ناشِر: کُتب خانہ مظہری
گلشن اقبال-۲ کراچی، پوسٹ آفس بکس نمبر ۱۱۱۸۲

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	ضروریاتِ دین کا سیکھنا فرض ہے	۶
۲	آیت شریفہ میں اہلِ ذکر سے مراد علماء ہیں	۷
۳	اہلِ علم کو اہلِ ذکر سے کیوں تعبیر کیا	۷
۴	علماء کی ناقدری کی وجہ	۸
۵	نفع کامل کے لیے صحبت شیخ میں تسلسل ضروری ہے	۱۰
۶	کشف و کرامات لوازمِ ولایت میں سے نہیں	۱۱
۷	گناہوں کے ساتھ نسبت مع اللہ کا چراغ روشن نہیں ہوسکتا	۱۲
۸	متقین کے لیے حق تعالیٰ کی بشارتیں	۱۳
۹	سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پانچ سیکنڈ کا وعظ	۱۴
۱۰	لا الٰہ الا اللہ کی تسبیح پڑھنے پر دو انعامات کی بشارت	۱۴
۱۱	تفکرات دنیویہ سے نجات کی دعا	۱۵
۱۲	قیامت کے دن آسان حساب کی دعا	۱۶
۱۳	صحبت شیخ میں رہنے کی مدت	۱۷
۱۴	شریعت پر عمل کے لیے ہمتِ مردانہ چاہیے	۱۸
۱۵	جمہوریت کا بودہ پن	۱۹

۱۷	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نو سیکنڈ کا وعظ	۲۰
۱۸	رضا بالقضاء سے دِل پُرسکون رہتا ہے	۲۲
۱۹	اللہ تعالیٰ کے نام کی لذت اللہ والوں سے ملے گی	۲۳
۲۰	زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا حدیث پاک کی شرح	۲۴
۲۱	شکر پر ذکر کے تقدم کی وجہ	۲۶
۲۲	ذِکر خالق اور فکر مخلوق کے لیے ہے	۲۷
۲۳	اللہ والوں کی عظمت میں کمی کا سبب اللہ تعالیٰ کی عظمت میں کمی ہے	۲۸
۲۴	اللہ تعالیٰ کی محبت کائنات کی ہر شے پر غالب ہونی چاہیے	۳۰
۲۵	اللہ والوں کے پاس بیٹھنا اللہ تعالیٰ کے پاس بیٹھنا ہے	۳۳
۲۶	حق تعالیٰ کے قربِ خاص سے محرومی کا سبب	۳۴

صحبتِ شیخ کی اہمیت

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

ضروریاتِ دین کا سیکھنا فرض ہے

آج ایک اہم بات یہ بتانا ہے کہ دین کے ضروری مسائل کا سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے مثلاً چار رکعات والے فرضوں میں پہلی دو رکعات میں فاتحہ کے بعد سورت ملاتے ہیں اور آخری دو رکعات میں نہیں ملاتے جبکہ چار رکعات والی سنتوں میں ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورت ملاتے ہیں۔ اب ایک شخص نے ظہر کی چار سنتیں ہمیشہ ایسی پڑھیں کہ پہلی دو رکعات میں فاتحہ کے بعد سورت ملاتا تھا اور دو میں سورت نہیں ملاتا تھا۔ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ اس بستی میں ایک عالم آئے، انہوں نے بیان کیا کہ چار سنتوں کی چاروں رکعات میں فاتحہ کے بعد سورت پڑھنا ضروری ہے۔ اب وہ بڈھا جس نے ساٹھ سال تک غلط نماز پڑھی تھی سر پکڑ کر رونا شروع ہوگیا، عالم صاحب نے پوچھا کہ بھئی کیوں رو رہے ہو؟ اس نے کہا کہ ساٹھ سال کی عبادت ضائع ہوگئی، صحیح مسئلہ آج معلوم ہوا۔ اسی لیے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَسۡـَٔلُوۡۤا اَہۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ﴾

(سورۃ النحل، آیت: ۴۳)

اگر تم لَا تَعۡلَمُوۡنَ ہو تو یَعۡلَمُوۡنَ کے پاس کیوں نہیں جاتے، جب تم کو علم نہیں ہے تو علماء سے پوچھو۔ ابھی اگر جائیداد لکھوانی ہو یا کوئی مکان لینا ہو پھر تو آپ بہت اچھا وکیل تلاش کرتے ہیں اور اس سے کہتے بھی ہیں کہ وکیل صاحب ذرا

اس میں ایک لفظ ایسا ڈال دیجیے کہ آئندہ میری پراپرٹی یعنی جائیداد میں کوئی گڑبڑی نہ ہو، مگر جنت کی جائیداد لینے کے لیے کچھ نہیں کرتے۔ اِدھر اُدھر سے سن کر ٹوٹی پھوٹی نماز پڑھ لی، غیر عالم سے دین کے مسئلے پوچھ لیے، ارے بھئی! دین کے مسائل علماء سے پوچھو، بہشتی زیور پڑھو اور ایک کتاب آئینۂ نماز مفتی سعید احمد صاحب سہارنپوری کی ہے اس کے مطابق اگر کوئی نماز پڑھ لے تو ان شاء اللہ تعالیٰ بالکل سنت کے مطابق نماز ادا ہو جائے گی۔

آیت شریفہ میں اہلِ ذکر سے مراد علماء ہیں

تو آیت فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ میں اہلِ ذکر سے کیا مراد ہے؟ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اہلِ ذکر سے مراد علماء ہیں۔ اب آپ کہیں گے کہ مجھے کسی مستند کتاب کا حوالہ دو، تو حوالہ بھی دیتا ہوں۔ علامہ آلوسی سید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر روح المعانی دنیا میں سب سے بڑی اور قابلِ اعتماد تفسیر ہے جس کی تعریف علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ بھی فرمایا کرتے تھے اور حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں تقریباً بارہ آنہ علم تفسیر روح المعانی سے لیا ہے۔ تو صاحبِ روح المعانی فرماتے ہیں اَلْمُرَادُ بِاَهْلِ الذِّكْرِ الْعُلَمَآءُ بِاَخْبَارِ الْاُمَمِ السَّالِفَةِ اہلِ ذکر سے مراد علماء ہیں۔

اہلِ علم کو اہلِ ذکر سے کیوں تعبیر کیا

لیکن اللہ تعالیٰ نے اہلِ علم کو اہلِ ذکر سے کیوں تعبیر کیا، یہاں اہلِ علم کیوں نہیں نازل فرمایا؟ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکتہ بیان فرمایا کہ علماء اصل میں وہ ہیں جن پر اللہ کی یاد غالب ہو، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو اہلِ ذکر سے تعبیر کر کے قیامت تک کے مولوی اور علماؤں کو غیرت دلائی ہے کہ ایسا نہ ہو کہ تم خالی علم حاصل کرنے میں مشغول رہو اور پڑھنے پڑھانے

میں ہماری یاد سے غافل ہوجاؤ لہٰذا ہم تمہارا نام ہی اہلِ ذکر کیے دیتے ہیں تاکہ تمہیں شرم آئے کہ ہمارا نام اللہ نے اہلِ ذکر فرمایا اور ہم ذکر سے غافل ہوجائیں اس لیے کہ علماء میں جتنی روحانیت ہوگی امت کو اتنا ہی فیض ہوگا۔

علماء کی ناقدری کی وجہ

اِس زمانے میں علماء کی تعداد تو بڑھ گئی لیکن وہ روحانیت، وہ اخلاص، وہ درد بھرا دل اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا وہ کیف کم ہوگیا جس کی مثال میں یہ دیتا ہوں کہ جیسے رس گُلّہ میں اگر رس نہ ہوتو اسے کوئی کھائے گا؟ اب میں ذرا آپ کو رس گُلّہ کی لغت بھی بتادوں، اس فقیر سے رس گُلّہ کی تحقیق لغت سنیے! رس گُلّہ اصل میں گولۂ رس تھا اضافت کے ساتھ پھر اس اضافت کو مقلوب کیا گیا تو رس گولا بن گیا پھر اور بگڑا تو رس گُلّہ بن گیا، آپ تو جانتے ہیں کہ عوام باتوں باتوں میں ہر چیز کو بگاڑ دیتے ہیں۔تو ایک شخص نے رس گُلّہ خریدا اور اس میں سے سارا رس نکال لیا، اب خالی گولا باقی رہ گیا، جب رس گُلّہ سے رس نکل گیا تو خالی گولا بچا، اب اگر کسی کو گولا پیش کیا جائے گا تو جو کھائے گا وہ کہے گا کہ ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو ایک قطرہ خوں بھی نہ نکلا

یعنی کیا رس گُلّہ رس گُلّہ کرتے ہو اس میں تو ایک قطرہ بھی رس نہیں ہے۔ دوستو! آج یہی بات ہے کہ ہمارے اندر اس کی کمی ہوگئی، علماءِ دین میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے رس کی کمی ہوگئی، اسی لیے آج امت کہتی ہے کہ صاحب مولویوں کی بات میں کچھ مزہ نہیں ہے لیکن جب کوئی رس والا مولوی مل جائے گا پھر اتنا مزہ آئے گا کہ مت پوچھو ؎

زمانہ بڑے غور سے سن رہا تھا
ہم ہی تھک گئے داستاں کہتے کہتے

آپ بولتے بولتے تھک جائیں گے لیکن لوگ کہیں گے کہ اور سنائیے!

رس پر مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا۔ ہمارے ایک ڈاکٹر دوست پھولپور میں میڈیکل افسر تھے، انہوں نے بتایا کہ جب میں الٰہ آباد میڈیکل کالج میں پڑھتا تھا تو میری اماں نے دو مہینے کے لیے میرے لیے بہت عمدہ خستہ بنا کر دیا۔ آدمی جب اسکول جاتا ہے تو ماں باپ بے چارے خیال کرتے ہیں کہ میرا بیٹا پردیس میں ہے خستہ سے ناشتہ کرلیا کرے گا۔ لیکن طلبہ کو تو آپ جانتے ہیں اور خاص کر کالج کے طلبہ کہ کیسے شیطان ہوتے ہیں، لیکن ان میں نیک طلبہ بھی ہوتے ہیں ورنہ تو کوئی کہے گا کہ سب کیسے شیطان ہو گئے، جو تبلیغی جماعت میں لگے ہیں یا اللہ والوں سے تعلق رکھتے ہیں وہ بھی اللہ والے ہوتے ہیں مگر ان کی اکثریت شرارتی ہوتی ہے لہٰذا طلبہ ان کا تالا توڑ کر سارا خستہ اُڑا گئے۔ اب جو ڈاکٹر صاحب نے اپنا بکسہ کھولا تو ایک خستہ بھی نہیں تھا، بس ان کو بہت صدمہ ہوا کہ میری ماں نے کتنی محنت سے پکایا تھا، میں دو مہینے تک کھاتا لیکن میرے ساتھیوں نے میرا سارا خستہ اڑا دیا تو انہوں نے سوچا کہ میں ابھی ان سے خستہ نکلواتا ہوں لہٰذا وہ جمال گوٹے کا تیل اور دو تین کلو گلاب جامن لے آئے اور ہر گلاب جامن میں انجکشن سے ایک ایک قطرہ جمال گوٹا ڈال دیا، گلاب جامن کا میٹریل اور ساخت ایسی ہوتی ہے کہ اگر کوئی انجکشن ڈال کے نکال لے تو انجکشن کی سوئی کا کوئی نشان نہیں رہتا، تو انہوں نے اپنے بکسے میں تالا لگایا اور اس کے بعد وہاں سے ذرا دور کو چلے گئے اور انتظار کرنے لگے کہ اب یہ کم بخت میرا تالا توڑیں اور گلاب جامن کھائیں، ابھی ان سے خستہ نکلواتا ہوں۔ اب جناب جب کالج کے لڑکوں نے دیکھا کہ آہا! آج تو خستہ سے بھی عمدہ چیز آئی ہے تو سب نے تالا توڑا اور ساری گلاب جامن اُڑا دی کیونکہ منہ کو حرام لگ گیا تھا۔ اب آدھے گھنٹے کے بعد ان سب کے پیٹ میں مروڑے شروع ہو گئے۔

نفع کامل کے لیے صحبت شیخ میں تسلسل ضروری ہے

خیر یہ بات تو درمیان میں آگئی میں یہ عرض کررہا تھا کہ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب کوئی غیر عالم اللہ اللہ کرتا ہے، سلوک طے کرتا ہے تو وہ صاحبِ نسبت ہوجاتا ہے، اللہ والا ہوجاتا ہے اور صاحبِ نور ہوجاتا ہے لیکن جب عالم اس راستے میں آتا ہے، کسی بزرگ سے تعلق کرکے اللہ اللہ کرتا ہے، ذکر کرتا ہے، اپنے امراض اور رذائل کا علاج کراتا ہے تو نورٌ علیٰ نورٌ ہوجاتا ہے علم کا نور اور عمل کا نور اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ صحبت کے معنیٰ یہ سمجھتے ہیں کہ مہینے دو مہینے میں دو تین دن کے لیے کسی اللہ والے کے پاس گئے اور چلے آئے حالانکہ صحبت میں تسلسل ہونا چاہیے جیسے اگر آپ کو مرغی کے انڈوں سے بچہ نکالنا ہے تو اکیس دن مسلسل وہ انڈے مرغی کے پروں میں رکھے جاتے ہیں اگر مرغی کے نیچے تین دن انڈے رکھے پھر تین دن نکال دیئے، پھر تین دن رکھ دیئے تو کیا چوزہ نکلے گا؟ اگر تسلسل نہیں رہے گا تو حیات نہیں آئے گی، انڈے میں بچے نہیں پیدا ہوں گے، یہ تسلسل ضروری ہے، ایسے ہی حیاتِ روحانی کے لیے ہمارے اکابر پہلے زمانے میں دو سال تک اپنے شیخ کے پاس رہتے تھے، بعد میں حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے چھ مہینے کردیئے پھر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو رحم آیا کہ اب ہمتیں کمزور ہوگئیں تو بھئی چالیس دن میں ان کا کام ہوجائے۔

یہ آپ کے سامنے اختر جو خطاب کررہا ہے جب شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری اعظم گڑھی رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے پہلی ملاقات کی تو پہلی ہی ملاقات میں اپنے شیخ کے یہاں میں نے چالیس دن لگائے۔ اور آپ ہی کے الٰہ آباد کے طبیہ کالج سے اختر نے طب کیا ہے، یہ اختر جو آپ سے بیان کررہا

ہے الہ آباد میں حسن منزل میں رہتا تھا اور حسن منزل سے ہمت گنج اور خسرو باغ ہوتے ہوئے تین سال تک طبیہ کالج میں میرا آنا جانا تھا۔ میں یہ اس لیے بتا رہا ہوں کہ آپ مجھے بھی تھوڑا سا الہ آبادی سمجھئے، اجنبی نہ سمجھے، میں نے یہاں کے امرود بھی بہت کھائے ہیں۔

کشف وکرامات لوازم ولایت میں سے نہیں

خیر اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے شیخ کے پاس چالیس دن لگانے کی جو توفیق دی تو جوانی کے وہ چالیس دن اتنا کام آئے کہ اس کے بعد میں جب علی گڑھ گیا تو وہاں کے کالج اور یونیورسٹی کے لڑکوں سے کبھی مرعوب نہیں ہوا، اللہ کا شکر ہے کہ اپنا نماز روزہ نہیں چھوڑا، کسی سے مرعوب ہوکر یہ نہیں کیا کہ کالج کے لڑکوں کو دیکھ کر شکل بدل دی، ڈاڑھی کٹا دی یا کرتا چھوٹا کرلیا غرض کسی کا اثر نہیں ہوا اور وہ چلہ بڑا کام آیا۔ تو چالیس دن مسلسل کسی اللہ والے کے یہاں لگاؤ، ایک سیکنڈ کی کمی نہ کرو اور وہاں اخلاص کے ساتھ رہو، نہ وہاں کشف وکرامت چاہو، نہ وہاں ہوا پر اُڑنے کی خواہش کرو، نہ وہاں بغیر کشتی کے پانی پر چلنے کا انتظار کرو، کشف وکرامت سب غیر اللہ ہے، یہ لوازمِ ولایت میں سے نہیں ہے۔

ایک شخص حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں دس سال رہا، ایک دن اس نے کہا کہ میں جا رہا ہوں، میں نے آپ کے اندر کوئی کرامت نہیں پائی۔ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ دس سال تک تم نے میرا کوئی کام خلافِ شریعت اور خلافِ سنت پایا؟ اس نے کہا کہ حضور دس سال تک آپ کا کوئی کام خلافِ شریعت وسنت نہیں دیکھا، آپ نے فرمایا کہ ہائے! جس جنید نے دس سال تک اپنے مالک کو ایک لمحے کے لیے بھی ناراض نہیں کیا اس سے بڑھ کر ظالم تو کیا کرامت چاہتا ہے۔ اسی لیے ملا علی قاری محدثِ عظیم فرماتے

ہیں کہ اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ اَلْفِ کَرَامَۃٍاستقامت ایک ہزار کرامت سے افضل ہے۔

دین پر قائم رہنا اور سنت پر قائم رہنا اور اپنے مالک کو ناراض نہ کرنا یہ اصل چیز ہے لہٰذا اخلاص کے ساتھ کسی اللہ والے کے پاس چالیس دن کے لیے جائے اور کچھ وظیفہ، کچھ اللہ اللہ کرنا شروع کردے، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اس کی زبان میں اللہ تعالیٰ اثر عطا فرمائیں گے اور وہ گناہوں سے بچے گا یعنی جب اس کے اندر تقویٰ آجائے گا پھر اللہ کا ذکر بھی کام دے گا۔

گناہوں کے ساتھ نسبت مع اللہ کا چراغ روشن نہیں ہوسکتا

اگر محمد علی کلے انٹرنیشنل باکسر آپ کے شہر میں آجائے اور آپ اس کو اکیس مرغیوں کا سوپ پلائیں اور اکیاون انڈے بھی کھلائیں مگر تھوڑا سا زہر بھی کھلا دیں تو وہ باکسنگ کرسکے گا؟ ایسے ہی بعض لوگ ذکر و تلاوت تو خوب کرتے ہیں مگر گناہ نہیں چھوڑتے، سینما بھی دیکھتے ہیں، ٹی وی کے پروگرام میں عورتوں کو بھی دیکھتے ہیں اور عورتیں مردوں کو دیکھتی ہیں، اسی طریقے سے جھوٹ بھی بولتے ہیں، مسلمانوں کی غیبت بھی کرتے ہیں، حلال حرام کی بھی تمیز نہیں کرتے، جماعت سے نماز کا اہتمام نہیں کرتے، تو ان چیزوں سے، نافرمانی کے زہر کی وجہ سے نسبت مع اللہ کا چراغ بجھتا چلا جاتا ہے۔

جیسے مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ایک چور کسی کے گھر میں داخل ہوا، اس گھر والے چقماق پتھر سے آگ جلایا کرتے تھے، پہلے زمانے میں چراغ جلانے کے لیے ماچس کہاں تھی لہٰذا چقماق پتھر کو آپس میں رگڑ کر اس سے آگ جلایا کرتے تھے۔ تو جب گھر کے مالک نے چقماق پتھر کو رگڑ کر دیکھنا چاہا کہ چور کدھر ہے تو وہ چور ایسا ہوشیار تھا کہ جیسے ہی وہ پتھر کو رگڑتا اور روشنی ہوتی تو چور فوراً اس پر انگلی رکھ دیتا تھا اور پھر اندھیرے میں اپنا کام شروع

کر دیتا تھا۔اسی طرح شیطان بھی یہ کوشش کرتا ہے کہ جب اشراق،اوّابین،تہجد سے آدمی کے دل میں کچھ نور پیدا ہوا تو کوئی گناہ کرا کے اس پر انگلی رکھ دیتا ہے تاکہ یہ نورتام نہ ہونے پائے اور اس کو رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا کا مقام نہ مل جائے۔

متقین کے لیے حق تعالیٰ کی بشارتیں

تو دوستو! گناہوں کا چھوڑنا، اللہ کا ذکر کرنا اور اہل اللہ کی صحبت اگر مل جائے تو سارے طلبہ کو خوشخبری سناتا ہوں کہ ان شاء اللہ آپ روئے زمین پر کہیں پیٹ کے لیے پریشان نہیں ہوں گے۔ بتائیے! کیا آپ اپنے دوستوں کو ذلیل و پریشان دیکھ سکتے ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

﴿وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ﴾

(سورۃ الجاثیۃ، آیت: ۱۹)

جو تقویٰ سے رہتا ہے اس کو میں اپنا ولی بنالیتا ہوں:

﴿وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا﴾

(سورۃ الطلاق، آیت: ۲)

اور میں ہمیشہ اپنے اولیاء کو جو متقی ہوتے ہیں ان کو مصیبت سے نکالتا رہتا ہوں:

﴿وَیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ﴾

(سورۃ الطلاق، آیت: ۳)

اور ان کو وہاں سے روزی پہنچاتا ہوں جہاں ان کا گمان بھی نہیں ہوتا:

﴿وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مِنْ اَمْرِہٖ یُسْرًا﴾

(سورۃ الطلاق، آیت: ۴)

اور ان کے کام کو بھی آسان کر دیتا ہوں:

﴿اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا﴾

(سورۃ الانفال، آیت: ۲۹)

اور اللہ سے ڈرنے کا ایک انعام یہ بھی ہے کہ اللہ اسے ایک نور عطا کرتا ہے جس سے حق و باطل کی تمیز بھی ہو جاتی ہے۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پانچ سیکنڈ کا وعظ

اب میں آپ کو نو سیکنڈ کا وعظ سنا رہا ہوں، کل کا وعظ پانچ سیکنڈ کا تھا، کل آپ نہیں تھے لہٰذا آپ کی خاطر سے دوبارہ عبارت پڑھ لیتا ہوں۔ الفاظِ نبوت کو غور سے سنا کرو کیونکہ یہ نورِ نبوت کے کیپسول ہیں، ہر لفظِ نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا کیپسول ہوتا ہے بہت ہی محبت سے سنئے گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنا رہے ہوں، چودہ سو برس پہلے جو الفاظِ نبوت مسجدِ نبوی میں منبرِ رسول سے نشر ہوئے تھے وہی الفاظ میری زبان آپ کو سنا رہی ہے، لہٰذا پانچ سیکنڈ کا وعظ سنئے:

﴿اَمۡلِكۡ عَلَيۡكَ لِسَانَكَ وَلۡيَسَعۡكَ بَيۡتُكَ وَابۡكِ عَلٰى خَطِيۡـَٔتِكَ﴾

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الاداب، باب حفظ اللسان، ص:۴۱۳)

اگر کسی کے پاس سیکنڈ والی گھڑی ہو تو دیکھ لو کہ ٹھیک پانچ سیکنڈ لگے ہیں۔ تو اس حدیثِ پاک میں ہے کہ اپنی زبان کو قابو میں رکھو، ماں باپ سے نہ لڑو، بزرگوں سے بے ادبی نہ کرو، زبان کو قابو میں رکھو، کسی کو گالی مت دو، مالکانہ تصرف سے اپنی زبان کو اپنا غلام بنا کے رکھو، نمبر دو۔ اپنے گھر کو وسیع کر لو اپنی عبادات سے یعنی گھر میں بھی خوب نفلی عبادات کرو، گھر کو قبرستان نہ بناؤ، تھوڑی دیر تلاوت کر لیا کرو، اللہ اللہ کر لیا کرو، ایک تسبیح لا الٰہ الا اللہ کی پڑھ لی تاکہ جان کلمہ لا الٰہ الا اللہ پر نکلے۔

لا الٰہ الا اللہ کی تسبیح پڑھنے پر دو انعامات کی بشارت

جو روزانہ لا الٰہ الا اللہ کی تسبیح پڑھے گا تو اس کو دو انعام ملیں گے۔ ایک انعام تو حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ اس کا چہرہ قیامت کے دن چاند کی طرح روشن ہوگا اور جب اللہ تعالیٰ فیصلہ کر لیں گے کہ ہمیں اس بندے کا منہ چاند کی طرح اُجالا کرنا ہے تو وہ منہ اُجالا کرنے والے اعمال کی توفیق بھی دے دیں گے

اور منہ کالا کرنے والے اعمال سے حفاظت بھی نصیب فرمائیں گے لہٰذا روزانہ ایک تسبیح لا الٰہ الا اللہ کی پڑھ لیا کرو۔

اور حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ میں اور اللہ تعالیٰ میں کوئی حجاب نہیں ہے، لا الٰہ الا اللہ ساتوں آسمان کو عبور کر کے عرشِ اعظم پر جا کر اللہ تعالیٰ سے ملتی ہے۔ مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے:

﴿لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَیْسَ لَھَا حِجَابٌ دُوْنَ اللّٰہِ﴾

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الدعوات، باب ثواب التسبیح والتحمید، ص: ۲۰۲)

یعنی لا الٰہ الا اللہ میں اور اللہ میں کوئی پردہ نہیں ہے۔ ارے ہم دور ہیں تو اپنی لا الٰہ الا اللہ تو وہاں بھیج دیں۔ ارے دوستو! ان سے ملنے کو بہانہ چاہیے، تو اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوگئی کہ نہیں کہ ہماری لا الٰہ الا اللہ اللہ سے جا کر مل آئی۔ اور جب لا الٰہ کہو تو یہ تصور کرو کہ دل سے غیر اللہ نکل گیا اور جب الا اللہ کہو تو سمجھ لو کہ عرشِ اعظم سے میرے قلب میں اللہ کا نور آرہا ہے۔

حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ضیاء القلوب میں لکھا ہے کہ جب لا الٰہ الا اللہ کہو تو یہ تصور کرو کہ نور کا ایک ستون ہمارے قلب میں آرہا ہے اور دل میں چاندی کے پانی سے اللہ کا نام لکھ گیا اور آٹھ دس دفعہ لا الٰہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر کلمہ پورا کرلیا۔ دوستو! ایک تسبیح پڑھنا کتنا مختصر کام ہے، اللہ تعالیٰ روزانہ چودہ سو چالیس منٹ زندگی دے رہے ہیں، چوبیس گھنٹے کا دن اور رات ہوتی ہے اور ساٹھ منٹ کا ایک گھنٹہ ہوتا ہے، ساٹھ کو چوبیس سے ضرب دیجئے کتنے منٹ بنے؟ چودہ سو چالیس منٹ۔ میں پہلے ہی سے ضرب تقسیم لگا کے بیٹھا ہوں تاکہ آپ کو زحمت نہ ہو۔

تفکراتِ دنیویہ سے نجات کی دعا

ایک چیز اور عرض کردوں کہیں بھول نہ جاؤں۔ عموماً انسان کو پانچ

چیزوں کی فکر ہوتی ہے، ایک تو یہ کہ کہیں ہمارے دین کو نقصان نہ پہنچ جائے، دوسرا یہ کہ ہماری جان کو کہیں کینسر نہ ہوجائے، السر نہ ہو جائے، ٹی بی نہ ہوجائے، دمہ نہ ہوجائے، گٹھیا نہ ہوجائے، فالج نہ ہوجائے اور تیسری فکر یہ کہ میری اولاد بیمار نہ ہوجائے، کہیں اس کا ایکسیڈنٹ نہ ہوجائے، کہیں اس کی نوکری نہ چھوٹ جائے اور چوتھی فکر اہل وعیال خاندان والوں کی ہوتی ہے اور پانچویں فکر یہ ہوتی ہے کہ کہیں میرا مال نہ کم ہوجائے۔

ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی پانچ غم بیان کیے، یہ حدیث کنزالعمال میں موجود ہے، آپ نے فرمایا کہ تم یہ دعا پڑھ لیا کرو ان شاء اللہ ان پانچوں غموں سے بے فکر رہو گے۔ ان صحابی نے کچھ دن پڑھ کر آ کے بتایا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سے میں نے یہ وظیفہ پڑھنا شروع کیا ہے میرا قلب ان پانچوں غموں سے آزاد ہوکر بالکل چین وسکون سے رہتا ہے۔ اب آپ وہ وظیفہ بھی سیکھ لیجئے اور تین دفعہ میرے ساتھ پڑھ بھی لیجئے۔ وہ دعا ہے:

﴿بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی دِیْنِیْ وَ نَفْسِیْ وَ وَلَدِیْ وَ اَھْلِیْ وَ مَالِیْ﴾

(کنزالعمال، ج:۲، ص:۶۳۲)

اس دعا کو روزانہ تین دفعہ پڑھنا چاہیے۔

قیامت کے دن آسان حساب کی دعا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا اور سکھائی:

﴿اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا﴾

(مشکاۃ المصابیح، کتاب احوال القیامۃ، باب الحساب والقصاص والمیزان، ص:۴۸۷)

اے اللہ! قیامت کے دن میرا حساب آسان لینا۔ ہماری ماں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی اور صدیقِ اکبر کی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اس دعائے نبوت کی شرح فرمایئے کہ آسان حساب کیسے لیا جائے گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی شرح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہمارے نامہ اعمال کو سامنے رکھیں، ایک نظر دیکھیں، بس اور کچھ نہ پوچھیں اور کہیں کہ جاؤ جنت میں، یہ نہ پوچھیں کہ نماز کتنی پڑھی تھی اور پڑھی تھی تو کیسی پڑھی تھی بس اللہ پاک کچھ نہ پوچھیں اور کہیں کہ جاؤ جنت میں۔ لہٰذا دوستو! یہ دعا بھی مانگا کرو۔

صحبتِ شیخ میں رہنے کی مدت

جب یہ آیت نازل ہوئی کہ اے ایمان والو! اللہ والوں کے ساتھ رہو کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ تو اس کی تفسیر میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھئی اللہ والوں کے ساتھ کتنا رہو؟ آخر رہنے کی کوئی مقدار تو ہوگی۔ تو فرمایا خَالِطُوْهُمْ لِتَكُوْنُوْا مِثْلَهُمْ اتنا رہو کہ تم بھی اُنہیں جیسے ہو جاؤ۔ دیکھیے مرغی کا چھوٹا سا بچہ پیدا ہوا اور فوراً مرغی کے پاس سے بھاگ جائے تو بلی کھا جائے گی یا نہیں؟ جب تک بچہ مرغی کے برابر نہ ہو جائے مرغی کے پر میں رہے اور اسی کے ساتھ دانہ چگے مرغی اس کو دانہ کھانا سکھائے گی۔ اسی طرح اللہ والے بھی اپنے متعلقین کو ذکر کرنا اور آہ و نالہ کرنا سکھاتے ہیں، اللہ کی یاد میں رونا بھی سکھاتے ہیں، اللہ سے فریاد و مناجات کرنا بھی سکھاتے ہیں۔

کس طرح فریاد کرتے ہیں بتادو قاعدہ
اے اسیرانِ قفس! میں نو گرفتاروں میں ہوں

جب چوزے چھوٹے ہوتے ہیں تو اگر ان کے پاس کوئی جائے تو مرغی اسے دوڑا لیتی ہے مگر جب چوزہ مرغی بن جاتا ہے پھر اسے نگرانی کی ضرورت نہیں رہتی، اسی طریقے سے کسی اللہ والے کے پاس زندگی میں چالیس دن گذار لو تو ان شاء اللہ آپ کی روح کو حیاتِ نو مل جائے گی۔

شریعت پر عمل کے لیے ہمتِ مردانہ چاہیے

میں آپ سے ایک بات عرض کرتا ہوں، ساٹھ برس کے بعض بڑھوں کو حکومت کی جانب سے آرڈر آیا کہ اگر تم ایک مہینے میں یہ امتحان پاس کرلو تو تمہاری تنخواہ پانچ سو یا ہزار روپے زیادہ ہوجائے گی تو سفید بالوں والے بڈھے آدمی بارہ بارہ بجے رات تک سبق یاد کررہے ہیں، میں نے کہا کہ یہ سبق کیوں یاد کررہے ہیں؟ کہا کہ تنخواہ بڑھوانے کے لیے۔ مگر آج کوئی دعا سکھائی جاتی ہے جو قیامت کے دن کام آئے گی جہاں ہمیشہ رہنا ہے تو کہتے ہیں کہ ارے صاحب اب دماغ کمزور ہوگیا ہے۔ ارے میاں! یہ کمزوری سبق یاد کرتے وقت کیوں نہ ہوئی، کمزوری وغیرہ کچھ نہیں ہوتی سب نفس کے حیلے بہانے ہیں۔

میں حیدرآباد سندھ کا چڑیا گھر دیکھنے گیا۔ اس میں شیر کو دیکھنے لاٹھی لیے کچھ بڈھے بھی آئے تھے، اتنے میں اعلان ہوا کہ آج شیر کھلا رہ گیا ہے، نوکر گیٹ بند کرنا بھول گیا لہٰذا جلدی سے چڑیا گھر سے لوگ بھاگ جائیں ورنہ اگر شیر نے کسی کو پھاڑ کھایا تو ہم ذمہ دار نہیں ہوں گے۔ آپ یقین جانئے کہ جو لوگ کہتے تھے کہ آج بڑی کمزوری معلوم ہورہی ہے آپ اس دن ان کے بھاگنے کی رفتار دیکھتے۔

تو جب آخرت پر یقین ہوجائے گا تو اس کی تیاری کے لیے بھی خوب محنت ہوگی ورنہ دین پر چلنے میں ہمیشہ کم ہمت رہو گے جیسے لوگ کہتے ہیں کہ صاحب کیا کریں اگر ہم شریعت کے مطابق شادی بیاہ کرتے ہیں، گانا بجانا ریکارڈنگ نہیں کرتے تو برادری ناراض ہوجاتی ہے حالانکہ یہ لوگ جانتے ہیں کہ یہ گانا بجانا اور فوٹو کشی حرام ہے، مگر پھر بھی کہتے ہیں کہ نہیں صاحب جب تک واہ واہ لینے کے لیے فلم نہ بنے کہ کتنے لوگ آئے اور کیا ہو ورنہ برادری ناراض ہوجائے گی اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر ہماری تقریبات میں اکثریت مُلّاؤں کی

ہوتی تو ہم شریعت کا پاس بھی رکھتے لیکن اکثریت تو ان لوگوں کی ہے جو مُلّا نہیں ہیں، مُلّا لوگ تو بہت کم ہوتے ہیں۔ میں نے کہا کہ دیکھو پورے ہمالیہ پہاڑ میں اگر کہیں ایک چھٹانک لعل پڑا ہو تو پورا ہمالیہ اس پر فخر کرتا ہے۔ پورے جنگل میں دس لاکھ لومڑیاں ہیں مگر شیر ایک ہے تو کیا وہ کبھی لومڑیوں کی اکثریت میں آنا چاہیے گا؟ اگر لومڑی کہے کہ ارے کیا ہے شیر صاحب غراتے کیوں ہو آؤ میری اکثریت میں، اگر الیکشن ہو تو ووٹ میں تو ہم ہی جیتیں گے، ہمارا ووٹ ایک لاکھ ہے اور تم اکیلے ہو تو شیر کیا کہے گا کہ میرا اکیلا ووٹ کافی ہے، اگر میں ایک دھاڑ ماردوں تو تمہارے پاخانے نکل جائیں گے۔ بتایئے! ستاروں کی تعداد زیادہ ہے یا سورج کی؟ سورج ایک ہے نا! اور ستارے بے شمار ہیں لیکن اگر ستارے کہہ دیں کہ آپ ہماری اکثریت میں آجایئے تو سورج وہاں جائے گا؟ وہ کہے گا کہ میرا اکیلے کا وجود ایسا ہے کہ جب میں نکلتا ہوں تو تم سب منہ چھپا کر بھاگ جاتے ہو۔ تو اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کیجئے اللہ کو راضی کیجئے پوری کائنات اللہ تعالیٰ کے سامنے حقیر ہے۔

جمہوریت کا بودہ پن

دوسری مثال یہ ہے کہ ایک طرف شیر کھڑا ہے اور دوسری طرف ایک ہزار بکریاں کھڑی ہیں۔ شیر کہتا ہے کہ دیکھو اپنی شادی میں ناچ گانا مت کرنا، ایک ہزار بکریاں کہتی ہیں کہ نہیں ضرور کرنا، نہیں تو ہم رات بھر میں میں چلّا کر تمہاری نیند حرام کردیں گے۔ بتاؤ بھئی! فیصلہ کرو کہ آپ لوگ کس پر عمل کریں گے؟ ایک طرف شیر کھڑا ہے وہ کہتا ہے شادی بیاہ میں ناچ گانا مت کرنا، اللہ کی نافرمانی مت کرنا اور پانچوں وقت کی نماز جماعت سے مسجد میں پڑھنا اور ایک ہزار بکریاں بھی ایک طرف کھڑی ہیں وہ کہتی ہیں کہ دیکھو شیر اکیلا ہے اور ہم ایک ہزار ہیں، ہم رات بھر میں میں چلّائیں گے اور نیند حرام کردیں گے اگر

ہماری بات نہ مانی۔ کہیے صاحب اس مجمع میں کوئی ہے جو بکری کے مشورے پر عمل کرے گا؟ کیونکہ ایک ہزار بکریوں کی کوئی طاقت نہیں، شیر کہتا ہے کہ یہاں الیکشن نہیں چلے گا، یہاں جمہوریت نہیں چلے گی یہاں میری طاقت چلے گی۔

دوستو! اللہ جس سے راضی ہو وہی اصلی جمہوریت ہے، سوادِ اعظم اصل میں بیاضِ اعظم ہے، جس طرف حق ہو بس وہی سوادِ اعظم ہے، سارا جہاں خلاف ہو آپ کوئی پرواہ نہ کریں۔ اب شیر کا خالق ایک بات کہہ رہا ہے، آپ شیر کی بات تو جلدی سمجھ گئے۔ اب نسبت لگاؤ کہ شیر بکریوں سے کتنا طاقتور ہے، اسی طرح برادری کی طاقت اور اللہ کی طاقت میں کیا نسبت ہے؟ کوئی تناسب ہے؟ بس کہنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے، اب آپ جانیں اور آپ کا کام، پھر نہ کہنا کہ خبر نہ ہوئی۔ میں بہت دور سے حاضر ہوا ہوں، جو بات کہہ رہا ہوں دردِ دل سے کہتا ہوں بلا کسی بخشش کے، بخشش کی دعا کا طالب تو ہوں لیکن بخشش کا طالب نہیں ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نو سیکنڈ کا وعظ

آپ نے پانچ سیکنڈ والا وعظ تو سن لیا اَمۡلِكۡ عَلَيۡكَ لِسَانَكَ اپنی زبان کو قابو میں کرلو، وَ لۡيَسَعۡكَ بَيۡتُكَ اور اپنے گھر میں کچھ عبادت کر کے اس کو وسیع کرو، جہاں اللہ کا نام لیا جاتا ہے وہاں کشادگی ہو جاتی ہے، وَ ابۡكِ عَلٰى خَطِيۡئَتِكَ اور اپنی خطاؤں پر روتے رہو۔

یہ توکل کا پانچ سیکنڈ والا وعظ تھا، آج کا وعظ نو سیکنڈ کا ہے کیونکہ صحابی نے قید لگا دی تھی کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مختصر سا بیان کیجئے، اب آپ گھڑی دیکھئے اور نو سیکنڈ والا وعظ بھی سنئے:

﴿اِذَا قُمۡتَ فِيۡ صَلَاتِكَ فَصَلِّ صَلَاةَ مُوَدِّعٍ وَلَا تَكَلَّمۡ بِكَلَامٍ تَعۡذِرُ مِنۡهُ غَدًا وَاجۡمَعِ الۡاِيَاسَ مِمَّا فِيۡ اَيۡدِي النَّاسِ﴾
(مشکاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، ص: ۴۴۵)

بتاؤ! بھئی نو سیکنڈ میں بیان ہو گیا کہ نہیں؟ اب اس ترجمہ کر دیتا ہوں، شرح کل ہوگی تاکہ اگر کل کوئی نہ آسکے تو کم سے کم اس کے کان میں کچھ تو بات پڑ جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب نماز پڑھو تو یہ سمجھو کہ یہ میری آخری نماز ہے۔ یہ تصور کرو کہ ڈاکٹروں کے بورڈ نے فیصلہ کر دیا کہ اب تمہیں جو ظہر ملے گی پھر عصر نہیں پا سکو گے تو جب اسے آخری نماز سمجھو گے تو کیسی پڑھو گے؟ عمدہ پڑھو گے کہ نہیں؟ جب سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡاَعۡلٰی کہو گے تو سجدے میں کلیجہ رکھ دو گے۔ وَلَا تَکَلَّمۡ بِکَلَامٍ تَعۡذِرُ مِنۡہُ غَدًا کسی سے کوئی ایسی بات نہ کہو کہ کل کو پشیمان ہو جاؤ، بعض مرتبہ بڑوں سے بھی ایسی بات کر لیتے ہیں، ایسا ہنسی مذاق کر لیتے ہیں بعد میں کہتے ہیں کہ صاحب گستاخی معاف کیجئے گا آپ کی عمر بڑی ہے میں نے بدتمیزی کر دی تو پہلے ہی سے سوچ لو کہ کیا کہنا ہے۔ جیسے ایک شاعر نے اوٹ پٹانگ شعر کہا تو اعتراض کیا گیا کہ آپ کے اس شعر میں تو کوئی مطلب ہی نہیں ہے، اوٹ پٹانگ شعر ہے، تو اس نے کہا کہ آپ بے وقوف ہیں، آپ نے اتنی جلدی اس کے مطلب پر کیوں غور کیا؟ میں شعر پہلے کہتا ہوں مطلب بعد میں ڈالتا ہوں۔ دیکھو کیسی حماقت ہے، بتاؤ! وہ شاعر احمق تھا کہ نہیں؟

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی نصیحت یہ ہے کہ ہر نماز کو اپنی آخری نماز سمجھو، ہوسکتا ہے کہ آگے زندگی نہ ملے۔ دوسری نصیحت یہ ہے کہ کوئی بات منہ سے نکالنے سے پہلے عقل سے سوچو پھر بولو تاکہ بعد میں جلد بازی پر ندامت نہ ہو۔ میرے پاس بارہ بجے رات کو ایک صاحب آئے کہ صاحب منہ سے تین طلاق نکل گئی اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اب مجھے ان پر بھی پیار آرہا ہے اور بیوی کی محبت بھی ستا رہی ہے۔ میں نے کہا کہ اب تو کوئی صورت نہیں، یہ سب تو پہلے سوچنا تھا، وَلَا تَکَلَّمۡ بِکَلَامٍ تَعۡذِرُ مِنۡہُ غَدًا بعض وقت منہ سے بدتمیزی کی کوئی بات نکل گئی اور آخرت برباد ہوگئی مثلاً اہل اللہ سے گستاخی کر دی یا ماں باپ کو ستا دیا۔

رضا بالقضاء سے دِل پُرسکون رہتا ہے

تیسری نصیحت یہ ہے کہ اپنے قلب کو سارے عالم سے مایوس کرلو، کسی سے لالچ مت کرو، کسی سے کسی قسم کی کوئی توقع نہ رکھو کہ میرے بھائی کے پاس تو دو بلڈنگ ہیں وہ پانچ ہزار کماتا ہے اور میری تنخواہ ایک ہزار ہے، جو آپ کو دال روٹی اللہ نے دی اسی میں راضی رہو، اس سے دل کو سکون رہے گا۔

خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں، انہوں نے ایک سوبیس صحابہ کی زیارت کی ہے اِنَّہٗ قَدْ رَاٰ ی مِائَۃً وَّ عِشْرِیْنَ صَحَابِیًا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی سنتِ تحنیک ادا فرمائی تھی۔ انہوں نے بصرہ سے ایک غلام خریدا اور پوچھا کہ اے غلام تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ حضور غلاموں کا کوئی نام نہیں ہوتا مالک جس نام سے چاہے پکار لے پھر فرمایا کہ اے غلام تو کیا کھائے گا؟ تجھے کیا کھانے کا شوق ہے؟ کہا حضور کہیں غلام کا بھی کوئی کھانا ہوتا ہے؟ جو مالک کھلا دے وہی اس کا کھانا ہوتا ہے، پھر انہوں نے تیسرا سوال کیا کہ تجھے کیسا لباس پسند ہے، اس نے کہا کہ حضور غلاموں کا بھی کوئی لباس ہوتا ہے؟ مالک جو لباس پہنا دے وہی اس کا لباس ہوتا ہے۔ خواجہ حسن بصری نے اس غلام کو آزاد کردیا، اس نے پوچھا کہ آپ نے مجھے کیوں آزاد کیا؟ انہوں نے کہا کہ تو نے مجھے اللہ تعالیٰ کی غلامی سکھا دی، تو چند دن کا غلام اگر تو آج اپنی قیمت ادا کردے تو آج غلامی سے نکل سکتا ہے لیکن ہم اگر سلطنت بھی دے دیں تو اللہ کی بندگی سے نہیں نکل سکتے۔

ہم لوگ ہر وقت تجویز کرتے ہیں کہ یہ ہونا چاہیے اور یہ نہ ہونا چاہیے ہمیں اس طرح رہنا چاہیے مگر تفویض نہیں کرتے یعنی اللہ کی رضا پر راضی نہیں رہتے، دعا مانگنا تو جائز ہے لیکن اگر قبول نہ ہو تو یہ نہ کہنے لگیں کہ ارے اللہ میاں نے تو ہماری سنی ہی نہیں، اللہ تعالیٰ سے مانگو بادشاہی مگر راضی رہو فقیری پر، مانگو

پلاؤ، بریانی، شامی کباب مگر راضی رہو چٹنی روٹی پر یعنی جو وہ کھلا دے اسی پر راضی رہو۔ ایک مرتبہ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارہر کی دال چٹنی کھائی، اس دن گھر میں کچھ نہیں تھا، ایک قطرہ گھی تک نہیں تھا، خالی مرچ اور ہرا دھنیہ کی چٹنی تھی تو حضرت اس کے ہر لقمے پر کہتے تھے واہ رے میرے اللہ الحمدللہ حکیم اختر مجھے تو اس دال چٹنی میں بریانی کا مزہ آرہا ہے۔ میں نے کہا کہ حضرت ارہر کی دال میں بریانی کا مزہ کیسے آرہا ہے؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کھلا رہے ہیں نا! ان کی نسبت ہے کہ مجھے میرا مالک کھلا رہا ہے، ان کے نام کا مزہ اس میں آرہا ہے اور کہا کہ اگر اپنی اماں کھلائے تو کیسا مزہ آتا ہے، ساری دنیا کی اماں کھلائے تو بچہ تروتازہ نہیں ہوتا اگرچہ کتنی ہی عمدہ غذا ہو اور اپنی ماں اگر سوکھی روٹی بھی کھلا دے تو بچہ موٹا ہو جاتا ہے، تو میرا مالک مجھے کھلا رہا ہے، میں نے کہا حضرت وہ کیسے؟ فرمایا کہ دیکھو میرے اس ہاتھ میں ان کا ہاتھ چھپا ہوا ہے، اس ہاتھ کو طاقت کس نے دی ہے؟ اگر فالج گر جائے تو یہ ہاتھ میرے منہ تک آسکتا ہے؟ لہٰذا ان کی قدرت ہے کہ وہ ہمیں کھلا رہے ہیں اور اس وقت یہ کھانا آسمان سے آیا ہے، اور اس کی دلیل قرآنِ پاک کی یہ آیت ہے:

﴿وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ﴾

(سورۃ الذاریات، آیت: ۲۲)

میرا رزق آسمان سے آیا ہے، میرے اللہ نے مجھے یہ دال چٹنی آسمان سے بھیجی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نام کی لذت اللہ والوں سے ملے گی

دوستو! اللہ والوں کے پاس بیٹھ کر پتہ چلتا ہے کہ دین کیا چیز ہے؟ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ اللہ کا راستہ یعنی نفس کا مقابلہ یوں تو بہت مشکل ہے لیکن اگر کسی سچے اللہ والے کی صحبت نصیب ہو جائے تو خدا کا راستہ نہ صرف آسان ہو جاتا ہے بلکہ مزیدار بھی ہو جاتا ہے کہ سجدے

میں بھی مزہ آتا ہے اور تلاوت میں بھی مزہ آتا ہے، اللہ کہنے میں بھی مزہ آتا ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جب میں اللہ کہتا ہوں تو مجھے اتنا مزہ آتا ہے جیسے میرے تمام بال شہد کے دریا ہو گئے ہوں ؎

نام او چوں بر زبانم می رود
ہر بُنِ مُو از عسل جوئے شود

جب اللہ کا نام میری زبان سے نکلتا ہے، جب میں اللہ کہتا ہوں تو میرے جتنے بال ہیں سب شہد کا دریا ہو جاتے ہیں اور مولانا اس سے استدلال فرماتے ہیں ؎

اے دل ایں شکر خوشتر یا آں کہ شکر سازد

اے دل یہ چینی زیادہ میٹھی ہے یا چینی کا پیدا کرنے والا اور اس کا نام زیادہ میٹھا ہے جس نے مٹھاس کو پیدا کیا ہے جو خالقِ شکر ہے، خالقِ شہد ہے،، خالقِ سیب و انگور ہے؟ اس لیے کہتا ہوں کہ دوستو! کچھ دن اللہ کا نام لے کر تو دیکھو مگر گناہوں سے بچنے کی کوشش بھی کرو کیونکہ اگر عطرِ شمامہ وعنبر لگایا ہوا ہے مگر جسم سے پسینے کی بدبو بھی آرہی ہے تو عطر کی خوشبو پھیلے گی؟

زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا حدیث پاک کی شرح

تو میں عرض کر رہا تھا کہ شیخ کے ساتھ اتنا رہنا چاہیے کہ خَالِطُوْھُمْ لِتَکُوْنُوْا مِثْلَھُمْ شیخ کی آہ وزاری، اشک باری، جاں نثاری مرید کو حاصل ہو جائے۔ حدیثِ پاک ہے:

﴿زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا﴾

(الجامع الصغیر للسیوطی، ج:۲، :۲۶)

یعنی لوگوں سے ناغہ دے کر ملا کرو، اس سے محبت میں زیادتی ہوتی ہے۔ حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کی مثنوی کی شرح کلید مثنوی کے دفتر ششم کے حوالے سے عرض کر رہا ہوں۔ اس حدیث

پر ایک علمی سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ناغہ دے کر نہیں ملتے تھے، وہ تو اس حدیث پر عمل نہیں کرتے تھے کہ ناغہ دے کر ملو، وہ اور اصحابِ صفہ تو رات دن پروانے کی طرح شمعِ رسالت کو گھیرے رہتے تھے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی کی روایت ہے کہ کُنْتُ اَلْزَمُ لِصُحْبَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر وقت چپکا رہتا تھا تو بظاہر اس حدیث میں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے عمل میں تضاد لازم آرہا ہے لیکن اس علمی سوال کا مولانا جلال الدین رومی نے یہ جواب دیا ہے کہ ناغہ دے کر ملنا جلنا یہ رشتہ داروں کے ساتھ ہے لیکن جہاں اللہ کے لیے عشق و محبت ہو تو ؎

نیست زرغبا وظیفہ عاشقاں
سخت مستسقی است جانِ صادقاں
نیست زُرغباً وظیفہً ماہیاں
زانکہ بے دریا ندارند اُنسِ جاں

ناغہ دے کر ملنے کا یہ وظیفہ عاشقوں کے لیے نہیں ہے، اگر مچھلیوں سے کہا جائے کہ تم دریا سے ناغہ دے کر ملا کرو تو وہ کہیں گی کہ بغیر دریا کے ان کی جان کو اُنس نہیں ہے، دریا سے نکلنے پر اُنہیں موت نظر آتی ہے تو جس کو اس درجے اللہ والوں سے محبت ہو اس کے لیے وظیفۂ زرغبا کی ضرورت نہیں ہے، وہ رات دن اللہ والوں کے ساتھ رہ سکتے ہیں، اگر کسی کا عشق و محبت اتنا تیز ہو کہ بغیر اللہ والے کے اس کا دل ہی نہ لگے تو مولانا رومی نے شعر میں اس کی شرح فرمادی ؎

نیست زرغبا وظیفہً ماہیاں
زانکہ بے دریا ندارند اُنسِ جاں

مچھلیوں کے لیے دریا سے ناغہ دے کر ملنا نہیں ہے کہ بغیر دریا کے ان کی جان کو

اُنس نہیں ہے۔ اور مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو دنیا کی تمام نعمتیں حاصل ہوں مگر اللہ تعالیٰ کی یاد کی توفیق حاصل نہ ہو تو یہ شخص اللہ تعالیٰ کے عشق سے محروم ہے اور اس کی دلیل میں فرمایا کہ ؎

گرچہ در خشکی ہزاراں رنگہاست

ماہیاں را با یبوست جنگہاست

اگرچہ خشکی میں ہزاروں رنگینیاں، مزیداریاں اور لطف و عیش کے سامان ہیں لیکن مچھلیوں کو خشکی سے کوئی مناسبت نہیں ہے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو نعمت اللہ سے غافل کردے وہ نعمت نہیں ہے عذاب ہے اور جو مصیبت اللہ سے جوڑ دے، گڑگڑانے کی توفیق، صلوٰۃ الحاجت پڑھنے کی توفیق، اہل اللہ سے دعا کرانے کی توفیق، اللہ والوں کے پاس جانے کی توفیق ہوجائے، جس مصیبت سے بندہ اللہ کا بن جائے وہ مصیبت نہیں ہے بلکہ اس کے لیے نعمت ہے۔

شکر پر ذکر کے تقدم کی وجہ

اسی لیے تفسیر روح المعانی میں علامہ آلوسی سید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کو شکر پر مقدم فرمایا ہے:

﴿فَاذۡكُرُوۡنِیۡۤ اَذۡكُرۡكُمۡ﴾

(سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۵۲)

تم ہم کو یاد کرو، ہم تم کو یاد کریں گے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان القرآن میں اس کی تفسیر اس طرح فرمائی ہے کہ تم مجھ کو یاد کرو اطاعت کے ساتھ، ہم تم کو یاد کریں گے عنایت کے ساتھ۔ تو حضرت تھانوی نے یہ اطاعت اور عنایت کا تفسیری لفظ بڑھا دیا جس سے مطلب سمجھنا آسان ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ نے فَاذۡكُرُوۡنِیۡۤ اَذۡكُرۡكُمۡ کے بعد وَاشۡكُرُوۡا لِیۡ نازل فرمایا

یعنی اپنے ذکر کو پہلے بیان فرمایا اور شکر کو بعد میں بیان فرمایا تو حضرت تھانوی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شکر کو بعد میں کیوں نازل فرمایا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ذکر کا حاصل اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہونا ہے، خالقِ نعمت کے ساتھ مشغول ہونا ہے اور شکر کا حاصل اللہ تعالیٰ کی مخلوق نعمتوں میں مشغول ہونا ہے، ایک شخص خالقِ نعمت کے ساتھ مشغول ہے اور ایک شخص نعمتِ مخلوق میں مشغول ہے تو دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اسی لیے ذکر کو شکر پر تقدم ہے۔

ذِکر خالق اور فکر مخلوق کے لیے ہے

حضرت تھانوی یہ بھی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے لیے ذکر نازل فرمایا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اور مخلوق کے لیے فکر نازل فرمایا یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ تو حکیم الامت فرماتے ہیں کہ اس سے یہ پتہ چلا کہ ذکر کا تعلق خالق سے ہے نہ کہ خلق سے اور فکر کا تعلق خلق سے ہے نہ کہ خالق سے کیونکہ فکر محدود ہے اور مخلوق بھی محدود ہے، محدود محدود کا کچھ اندازہ لگا سکتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات غیر محدود ہے، اس کو عقل و فکر سے سوچنا محدود ڈبیہ میں غیر محدود سمندر کو لانا ہے جو محال ہے اور جو تصور آئے گا وہ بھی محدود ہو کر خدا نہیں ہو سکتا ؎

عقل جس کو گھیر لے لا انتہا کیوں کر ہوا
جو سمجھ میں آ گیا پھر وہ خدا کیوں کر ہوا

اسی لیے اس آیت کے ذیل میں حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ذکر کے لیے ہیں اور یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ زمین و آسمان میں سوچو، فکر کرو، دلیل ہے کہ فکر مخلوق کے لیے ہے۔

اسی آیت کے ذیل میں مفسرین نے ایک واقعہ نقل فرمایا کہ ایک صحابی دیہات کے تھے، ایک رات کھلے آسمان کے نیچے سوئے ہوئے تھے، گرمی کا موسم تھا، ستارے نظر آرہے تھے تو انہوں نے آسمانوں اور ستاروں سے

گفتگو کی، یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی شان کہ آسمانوں سے اور ستاروں سے ہم کلام ہو رہے ہیں۔ یہ کافر چاند پر پہنچ کر ڈھائی لاکھ میل پر ناز کر رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ادنیٰ غلام بدوی صحابی وہ آسمانوں اور ستاروں سے ہم کلام ہے۔ علامہ آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں اسی آیت کے ذیل میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ ان بدوی صحابی نے فرمایا یَآاَیُّھَا السَّمَآءُ وَ النُّجُوْمُ اے آسمانو! اور اے ستارو! اَشْھَدُ اَنَّ لَکِ رَبًّا وَّ خَالِقًا تمہارا بھی کوئی رب اور پیدا کرنے والا ہے، تم خود سے وجود میں نہیں آسکتے، بس وہی ہمارا بھی رب ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ اس کے بعد ان کے منہ سے یہ نکل گیا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ اسی وقت وحی نازل ہوئی کہ اے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اس صحابی کو یہ بشارت دے دیجئے کہ اس کا یہ استدلال، اس کا یہ طرزِ فکر مجھے بہت پسند آیا اور میں نے اس کی تمام خطائیں معاف کر دیں۔

اللہ والوں کی عظمت میں کمی کا سبب اللہ تعالیٰ کی عظمت میں کمی ہے

اس کا نام بندگی ہے۔ بندگی سے اللہ ملتا ہے ورنہ آدمی کتنی ہی کتب بینی کر لے، ایک لاکھ کتابیں پڑھ لے، دس دس گھنٹے تقریر کر لے اور ساری کائنات میں ٹی وی پر، اخبارات میں اس کی شہرت ہو جائے لیکن اس کا سینہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے درد سے آشنا نہیں ہوسکتا جب تک وہ کسی اہل اللہ کی جوتیاں نہیں اٹھائے گا کیونکہ کتابوں سے مقادیرِ علم عطا ہوتے ہیں یعنی مقادیر اعمال مثلاً مغرب کی تین رکعت فجر کی دو رکعت اس کو مقادیر اعمال کہتے ہیں اور اہل اللہ کے سینوں سے، ان کی صحبتوں سے، ان کے ساتھ حسنِ ظن سے، ان سے اخلاص کے ساتھ محبت، عقیدت اور عظمت سے کیفیاتِ اعمال عطا ہوتی ہیں اور جو اللہ والوں کی عظمت نہیں کرتا دراصل یہ اللہ تعالیٰ کی عظمت میں کوتاہ ہے کیونکہ

اللہ والوں کی عزت وعظمت وتعظیم وتکریم کرنا دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی تعظیم وتکریم ہے۔ اسی لیے اُن لوگوں کو زیادہ فیض ہوا ہے جنھوں نے اپنے مربی سے زیادہ تعلق قائم کیا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پوری کائنات میں مجھے تین چیزیں احب ہیں یعنی سب سے زیادہ پسند ہیں، نمبر ۱۔ خوشبو، نمبر ۲۔ نیک صالحہ بیوی اور نمبر ۳۔ نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ میری گفتگو ہوتی تھی تو کَانَ یُحَدِّثُنَا حضور ہم سے گفتگو فرماتے تھے وَ کُنَّا نُحَدِّثُہٗ اور ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گفتگو کرتے تھے۔ محدثین لکھتے ہیں کہ یہ گفتگو دنیا کے لیے نہیں ہوتی تھی بلکہ اس لیے ہوتی تھی کہ تہجد کی نماز میں آپ کی روح کا جہاز عرشِ اعظم کا طواف کر رہا ہوتا تھا اور اس گفتگو کے ذریعے آپ کی روح کا جہاز آہستہ آہستہ مسجدِ نبوی میں مدینہ پاک کے رن وے پر آجاتا تھا تاکہ آپ امامت کے فرائض ادا کرسکیں ورنہ اگر روح عرشِ اعظم کا طواف کر رہی ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے امامت مشکل ہوجاتی۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے بعد اللہ تعالیٰ کے قربِ خاص سے نزول فرماتے تھے جیسے جہاز جب رن وے کے قریب ہوتا ہے تو آہستہ آہستہ نیچی پرواز کرتا ہے تاکہ رن وے پر اتر سکے تو اپنی روحِ پاک کو اُمت کی خدمت کے قابل بنانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کَلِّمِیْنِیْ یَا حُمَیْرَاءُ کہہ کر اپنی روحِ پاک کی پرواز کو آہستہ آہستہ نیچے لاتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حضرت بلال فجر کی اذان دیتے تھے اور اذان دینے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ مبارک پر آکر حضرت عائشہ صدیقہ کو اطلاع دیتے تھے کہ اَلصَّلٰوۃُ قَائِمٌ نماز قائم ہو رہی

ہے، اس وقت تک اذان میں اَلصَّلٰوۃُ خَیۡرٌ مِّنَ النَّوۡمِ کا کلمہ نہیں تھا۔ تو حضرت بلال کی آواز سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ ابن ہمام نے ہدایہ کی شرح فتح القدیر میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت بلال تشریف لائے اور عرض کیا اَلصَّلٰوۃُ قَائِمٌ نماز کھڑی ہونے والی ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا وَ الرَّسُوۡلُ نَائِمٌ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو سو رہے ہیں، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اَلصَّلٰوۃُ خَیۡرٌ مِّنَ النَّوۡمِ نماز نیند سے بہتر ہے، حضرت عائشہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر حضرت بلال کا یہ کلمہ عرض کر دیا، آپ نے حضرت بلال کو بلایا اور فرمایا کہ اے بلال! تمہارا یہ کلمہ اللہ اور اس کے رسول نے قبول کر لیا، تم اذان میں اس کو داخل کر دو۔ یہ ہے صحابہ کا مقام کہ جن کے منہ کا نکلا ہوا کلمہ شریعت کا جز بن جائے اور اللہ و رسول اس کو اس طرح پسند فرمائیں کہ قیامت تک کے لیے اَلصَّلٰوۃُ خَیۡرٌ مِّنَ النَّوۡمِ جزوِ شریعت اور جزوِ اذان بن گیا۔

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرتے اور آپ ہم سے گفتگو فرماتے لیکن اِذَا سُمِعَ الۡاَذَانُ جب اذان کی آواز آتی کَاَنَّہٗ لَمۡ یَعۡرِفۡنَا جیسا کہ آپ ہمیں پہچانتے ہی نہیں ہیں، سبحان اللہ! اس کو اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں بیان کیا ہے ؎

نمودِ جلوۂ بے رنگ سے ہوش اس قدر گم ہیں
کہ پہچانی ہوئی صورت بھی پہچانی نہیں جاتی

اللہ تعالیٰ کی محبت کائنات کی ہر شے پر غالب ہونی چاہیے

جب تک اللہ تعالیٰ کی محبت ساری کائنات کی محبت پر غالب نہ ہو جائے اور تمام نعمتوں پر غالب نہ ہو جائے یعنی بیوی پر، بچوں پر، شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی پر غرض جتنی نعمتیں ہیں ان سب سے زیادہ نعمت دینے والے کی محبت عقلاً

بھی ضروری ہے کہ سب نعمتوں سے زیادہ ہو یعنی شرعی دلیل تو ہے ہی مگر عقل کا بھی تقاضا یہ ہے کہ نعمت دینے والے سے زیادہ محبت کی جائے، نعمتوں کا درجہ اس سے کم تر رکھا جائے اور یہ چیز اسی وقت ہوسکتی ہے جبکہ روح پر اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہوجائے اور جبھی غالب ہوگی جب کسی غالب کے پاس رہے، مغلوبوں کے پاس رہنے سے مغلوب ہی رہوگے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی نے ایک لطیفہ لکھا ہے کہ واجد علی شاہ نے ایک مرد کو اپنی عورتوں کی خدمت کے لیے رکھ دیا، تین چار سال تک اس نے کسی مرد کو دیکھا ہی نہیں، عورتوں ہی میں رہا، جھاڑو کرتا رہا، برتن دھوتا رہا۔ ایک دن ایک سانپ نکل آیا تو سب بیگمات نے شور مچایا کہ ارے کسی مرد کو بلاؤ تاکہ وہ سانپ کو ماردے تو وہ مرد صاحب بھی کہتے ہیں کہ ہاں بھئی کسی مرد کو بلانا چاہیے تو بیگمات نے کہا حضور آپ مرد نہیں ہیں؟ کہا واللہ! کیا میں بھی مرد ہوں؟ تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دیکھو عورتوں میں رہتے رہتے ان کی صحبت کا یہ اثر ہوا کہ اس کو اپنا مرد ہونا بھی بھول گیا۔ اس لیے مولانا رومی نے فرمایا کہ ؎

یارِ مغلوباں مشو ہیں اے غوی

یارِ غالب جو کہ تا غالب شوی

دیکھو مغلوب لوگوں کے ساتھ مت رہو جو مخلوق کی محبت سے مغلوب ہیں نام، جاہ، مال یہ تمام چیزیں ان پر غالب ہیں اور وہ مغلوب ہیں تو مغلوبین کی محبت میں مت رہو، جو اپنے حالات پر غالب ہیں، ہر وقت فی رضاء محبوبہٖ تعالیٰ شانہٗ ہیں، اللہ کی محبت اور احکامِ شریعت پر عمل ان کی طبیعت پر غالب ہے، تو ایسے لوگوں کو ڈھونڈو۔

صدیق کی تعریف یہ ہے کہ صدیق وہ ہے جو دونوں جہاں اللہ پر فدا کردے۔ اسی کو ہمارے خواجہ صاحب فرماتے تھے کہ ؎

دونوں عالم دے چکا ہوں مے کشو

یہ گراں مے تم سے کیا لی جائے گی

میرے مرشدِ اوّل شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک صاحبِ نسبت بزرگ جا رہے تھے کہ اچانک آسمان کی طرف نظر گئی اور اللہ تعالیٰ سے قربِ خاص محسوس ہوا تو اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے خدا! بندہ آپ کی کیا قیمت ادا کرے جس سے آپ اپنے بندوں کو مل جائیں یعنی وصول الی اللہ نصیب ہو جائے تو آسمان سے آواز آئی کہ دونوں جہاں مجھ پر فدا کر دو، ان پر ایک کیفیت طاری ہو گئی اور یہ شعر پڑھا ؎

قیمتِ خود ہر دو عالم گفتئی

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

اے اللہ! آپ نے اپنی قیمت دونوں جہاں فرمائی ہے، اپنی قیمت کو اور زیادہ کیجئے ابھی تو آپ ہم کو سستے معلوم ہوتے ہیں، دونوں جہان دے کر بھی آپ جس کو مل جائیں تو آپ کی قیمت اس سے بھی بالاتر ہے۔ اہل اللہ کے سینوں میں اور اللہ والوں کے قلب وجاں میں اللہ تعالیٰ کے قرب کی جو لذت ہے اگر سلاطینِ عالم کو اس کا علم ہو جائے تو ان کی سلطنتیں اور تخت وتاج نیلام ہو جائیں اور ان کو اپنی سلطنت تلخ معلوم ہو۔ سلطان ابراہیم ابنِ ادھم رحمۃ اللہ علیہ کو یہی نعمت مل گئی تھی جس سے سلطنتِ بلخ چلانا مشکل ہو گیا تھا ؎

نیم شب دلقے بپوشید و برفت

از میان مملکت بگریخت تخت

انہوں نے آدھی رات کو گدڑی اوڑھی اور سلطنت چھوڑ کر چلے گئے اور جس وقت وہ گدڑی پہن رہے تھے اور شاہی لباس اتار رہے تھے اس کا نقشہ میں نے اس شعر میں پیش کیا ہے ؎

جسم شاہی آج گدڑی پوش ہے
جاہِ شاہی فقر میں روپوش ہے
فقر کی لذت سے واقف ہوگئی
جانِ سلطاں جانِ عارف ہوگئی

جو اللہ سلطنت کی بھیک دیتا ہے جب چاہتا ہے ان بادشاہوں کو تخت سے دار پر چڑھا دیتا ہے، کتنے بادشاہوں کے ایسے واقعات سنتے ہیں، تو جو ساری دنیا کو سلطنت کے تخت و تاج کی بھیک عطا کرتا ہے تو جس کے دل میں وہ خود آجاتا ہے اس کی نظر میں سلاطینِ عالم کا کیا مقام ہوسکتا ہے، کہاں بھیک دینے والا اور کہاں بھیک؟ یہ تاجِ شاہی اور تختِ شاہی تو حق تعالیٰ کی بھیک ہے۔

شاہوں کے سروں میں تاجِ گراں سے دردسا اکثر رہتا ہے
اور اہلِ صفاء کے سینوں میں اک نور کا دریا بہتا ہے

اور حافظ شیرازی فرماتے ہیں۔

چو حافظ گشت بے خود کے شمارد
بیک جو مملکتِ کاؤس و کے را

جب حافظ اللہ کہتا ہے تو اتنا مزہ آتا ہے کہ وہ کاؤس اور کے کی سلطنت کو ایک جو کے عوض میں خریدنے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ اسی لیے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہر کہ خواہد ہمنشینی باخدا
گو نشیند باحضورِ اولیاء

اللہ والوں کے پاس بیٹھنا اللہ تعالیٰ کے پاس بیٹھنا ہے

جس کو تمنا ہو کہ میں تھوڑی دیر اللہ کے پاس بیٹھ جاؤں اس کو کہہ دو کہ وہ کسی ولی اللہ کے پاس بیٹھ جائے۔ اب اس کی دلیل عرض کرتا ہوں، اہلِ علم ہر

بات کی دلیل مانگتے ہیں کہ صاحب اس کی دلیل پیش کیجئے۔ میں حدیث پیش کرتا ہوں کہ اللہ والے ہر وقت ذکر میں مشغول رہتے ہیں کبھی قلباً کبھی قالباً، کبھی دل میں کبھی جسم سے اور کبھی زبان سے لہٰذا وہ اللہ کے جلیس ہیں کیونکہ حدیثِ قدسی ہے:

﴿اَنَا جَلِیۡسُ مَنۡ ذَکَرَنِیۡ﴾

(شعب الایمان)

مجھے جو لوگ یاد کرتے ہیں میں ان کے پاس ہوتا ہوں، ان کا ہم نشین ہوتا ہوں تو پھر ایسے لوگوں کے پاس جو بیٹھے گا تو اللہ کے ہمنشین کا ہمنشین اللہ کا ہمنشین نہیں ہوگا؟

حق تعالیٰ کے قربِ خاص سے محرومی کا سبب

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ارشاد فرمایا کہ مجھے کائنات میں تین چیزیں زیادہ محبوب ہیں تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے بھی کائنات میں تین چیزیں ساری نعمتوں سے زیادہ الذ اور احب ہیں آپ نے فرمایا کہ اے صدیق تم کو کون سی تین چیزیں بہت زیادہ محبوب ہیں؟ چونکہ رسولِ خدا نے تین چیزیں بیان کردی تھیں لہٰذا اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال ہوا کہ صدیقِ اکبر کو کیا پسند ہے، تو صدیقِ اکبر نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول مجھے کائنات میں یہ تین چیزیں سب سے زیادہ لذیذ تر اور محبوب تر ہیں، نمبر ۱۔ اَلنَّظَرُ اِلَیۡكَ ایک نظر آپ کو دیکھ لینا، نمبر ۲۔ وَ الۡجُلُوۡسُ بَیۡنَ یَدَیۡكَ اور تھوڑی دیر آپ کے پاس بیٹھ لینا، نمبر ۳۔ وَ اِنۡفَاقُ مَالِیۡ عَلَیۡكَ اور اپنا مال آپ پر خرچ کرنا۔

میں کہتا ہوں کہ آج ہماری محرومی کا سبب یہ ہے کہ ہم اللہ والوں سے ڈھیلا ڈھالا تعلق رکھتے ہیں جبکہ سلف کے لوگ قلب کی گہرائیوں سے اور خلوصِ دل سے اہل اللہ سے محبت رکھتے تھے اسی لیے اللہ تعالیٰ ان پر نوازش فرماتا

تھا، جو اللہ کے لیے اللہ والوں کے پیچھے پیچھے پھرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو رحم آتا ہے کہ یہ ہمارے لیے ہمارے بندے کے پیچھے پیچھے پھر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرما دیتے ہیں۔

حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ اہل اللہ کا صحبت یافتہ ایک عالم میرے پاس لاؤ اور ایک عالم ایسا لاؤ جو اللہ والوں کا صحبت یافتہ نہ ہو اور دونوں بہت بڑے عالم ہوں مگر مجھے نہ بتایا جائے اور مجھے پانچ منٹ کا وقت دیا جائے، میں بتادوں گا کہ یہ عالم اللہ والوں کا تربیت یافتہ ہے اور یہ عالم تربیت یافتہ نہیں ہے، میں دورانِ گفتگو اس کے اندازِ گفتگو سے، اس کے چہرے اور کندھوں کے نشیب و فراز سے اور الفاظ کے استعمال سے اور آنکھوں اور چہرے سے بتادوں گا کہ یہ شخص اللہ والوں کا صحبت یافتہ ہے یا نہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی مشکوٰۃ کے شارح کو ان کے والد نے خط لکھا جسے میں نے خود پڑھا ہے، اس خط میں لکھا تھا کہ ''پسرم ملائے خشک و ناہموار نہ باشی'' اے میرے بیٹے! تو عالم بھی ہے اور محدث بھی ہے لیکن خشک اور ناہموار مُلّا نہ رہنا یعنی کندۂ ناتراش مت رہنا اور جا کر کسی اللہ والے سے اپنی تربیت کراؤ۔

کبھی مربہ بھی بغیر مربی کے بنا ہے؟ آج کل لوگ چاہتے ہیں کہ مربہ نہ بنیں اور منبر پر مربی بن کر بیٹھ جائیں یعنی مدرسے سے نکل کر سیدھا منبر پر بیٹھ جائیں۔ میں نے مولانا مجیب اللہ صاحب سے ایک دفعہ عرض کیا تھا کہ درخت کے نیچے دو آملے گرے، ایک تو مربہ بننے کے مجاہدے کے لیے تیار ہو گیا اور مربہ بن گیا، پھر وہ قلب کے لیے مفید ہوا، مرتبان میں رکھا گیا اور حکماء نے لکھا کہ مربہ آملہ گرفتہ از آبِ گرم شستہ ورق نقرہ پیچیدہ مفتی اعظم بخورند مگر دوسرے نے کہا کہ ہمیں آزادی چاہیے، ہم تربیت کے ناز و نخرے نہیں

برداشت کر سکتے، تو درخت کے نیچے پڑے پڑے سورج کی شعاعوں نے اس کا منہ بگاڑ دیا، اس کا رنگ سیاہ ہوگیا اور وہ پچک کے بالکل چھوٹا سا ہوگیا یعنی کمًا و کیفًا دونوں تغیر اس میں ہوئے اور وہ زوال کی طرف منتقل ہوگیا اور ایک بنئے نے بورے میں بھرنے کے لیے اس کے منہ پر جھاڑو ماری اور بورے میں بھرنے کے بعد زور سے ایک طرف کو پھینکا اور حکیم صاحب نے ترپھلا بنا کر پاخانہ ڈھکیلنے یعنی قبض کشائی کے لیے اس کا سفوف بنایا۔ تو ایک مربہ تو دل کو طاقت دے رہا ہے اور دوسرا آملہ جو غیر تربیت یافتہ ہے وہ پاخانہ ڈھکیلنے اور جمعداری کے کام کے لیے تجویز کیا گیا۔ تو میری اس مثال کو سن کر حضرت مجیب اللہ صاحب کہنے لگے کہ آپ تو تصوف پر براہِ راست Approach کرتے ہیں۔

اب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کی اصلاح فرمادے اور اولیاء صدیقین کی جو آخری سرحد ہے اللہ وہاں تک ہم سب کو اپنی رحمت سے پہنچادے اور میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کو صحت نصیب فرمادے، قوت و توانائی نصیب فرمادے، دیر تک حضرت کا سایہ اللہ ہمارے سروں پر دینی خدمات و اپنی رضا کے ساتھ قائم فرمائے اور ہم سب کو حضرت کے فیض سے مالا مال فرمادے، آمین۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ